وفاقی شرعی عدالت، پاکستان، اسلام آباد۔
(حقیقی دائرہِ سماعت)

روبروئے:-

جناب جسٹس محمد نورمسکانزئی صاحب چیف جسٹس
جناب جسٹس ڈاکٹرسید محمد انور صاحب جج
جناب جسٹس خادم حسین ایم شیخ صاحب جج

شریعت عرضیداشت نمبر: 4/ آئی آف 2016

عمران انور خان ولد سردار محمد انور خان، سکنہ مکان نمبر6، گلی نمبر 2، سیکٹر-C، ڈی-ایچ-اے فیز-I، اسلام آباد۔ ......سائل

بنام

حکومتِ پنجاب بذریعہ سیکرٹری وزارتِ قانون، لاہور۔ ......مسئول علیہ

شریعت عرضیداشت نمبر: 7 / آئی آف 2017

عمران خان جدون، ایڈووکیٹ، چیمبر نمبر8، محمدن بلاک، ڈسٹرکٹ کورٹ، راولپنڈی۔ ......سائل

بنام

حکومتِ پنجاب بذریعہ سیکرٹری وزارتِ قانون، پنجاب سیکرٹریٹ، لاہور۔ ......مسئول علیہ

شریعت عرضیداشت نمبر: 4 / آئی آف 2019

۱۔ محمد اکبر سعید ولد محمد سعید رانا، سکنہ مکان نمبر98/10، بابر بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
۲۔ ضیاالدین ولد حاکم خان، سکنہ محلہ جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ، لاہور۔ ......سائلان

بنام

۱۔ فیڈریشن آف پاکستان بذریعہ وزارتِ قانون وانصاف، اسلام آباد۔
۲۔ صوبہ پنجاب بذریعہ وزارتِ قانون وانصاف پنجاب، لاہور۔ ......مسئول علیہان

شریعت عرضیداشت نمبر: 3 / آئی آف 2020

شیخ محمود اقبال ولد شیخ محمد طفیل، سکنہ مکان نمبر 102، بلاک نمبر A-I، واپڈا ٹاؤن، گوجرانوالا۔ ......سائل

بنام

حکومتِ پنجاب بذریعہ سیکرٹری وزارتِ قانون، پنجب سیکرٹریٹ، لاہور۔ ......مسئول علیہ

-و-و-و-و-و-و-و-و-و-و-و-و-

برائے سائلان:		
شریعت عرضیداشت نمبر4/آئی آف 2016	---	سردار محمد حفیظ خان، ایڈووکیٹ
شریعت عرضیداشت نمبر7/آئی آف 2017	---	راجہ زبیرحسین جرّل، ایڈووکیٹ
شریعت عرضیداشت نمبر4 /آئی آف 2019	---	محمد یونس میو، ایڈووکیٹ
شریعت عرضیداشت نمبر3 /آئی آف 2020	---	ڈاکٹر محمداسلم خاکی، ایڈووکیٹ
برائے وفاقی حکومت	---	چوہدری اشتیاق مہربان، ڈپٹی اٹارنی جنرل، پاکستان
برائے حکومتِ پنجاب	---	سید واجد علی شاہ گیلانی، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل، پنجاب معظم علی، اسسٹنٹ ڈائریکٹر، لوکل گورنمنٹ پنجاب۔
جیورس کنسلٹ	---	ڈاکٹرحافظ محمد طفیل،
شریعتعرضیداشتوں کی تاریخِ اندراج	---	21-03-2016، 14-09-2017، 03-06-2019، 12-03-2020
تاریخ ہائے سماعت	---	20-09-2016، 10-01-2017، 28-02-2017، 11-04-2017، 20-11-2017، 16-01-2018، 12-06-2018، 05-11-2018، 08-01-2019، 18-03-2019، 19-03-2019، 29-04-2019، 27-05-2019، 10-12-2020، 21-04-2021، 21-10-2021
تاریخ فیصلہ	---	17-02-2022.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیصلہ:

محمد نور مسکانزئی، چیف جسٹس: سائیلان نے شریعت عرضیدات نمبری: شریعت عرضیدات نمبر: 4 / آئی آف 2016 عمران انور خان بنام حکومتِ پنجاب ؛ شریعت عرضیدات نمبر: 7 / آئی آف 2017 عمران خان جدون بنام حکومتِ پنجاب؛ شریعت عرضیدات نمبر: 4 / آئی آف 2019 محمد اکبر سعیدوغیرہ بنام فیڈریشن آف پاکستان وغیرہ اور شریعت عرضیدات نمبر: 3 / آئی آف 2020 شیخ محموداقبال بنام حکومتِ پنجاب اس عدالت ہٰذا میں برائے تنسیخ قوانین دفعہ 10 ذیلی دفعات (5) اور (6) پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 بدیں مدعا دائر کردی ہیں کہ مذکورہ قوانین قرآن اور سنتِ نبویﷺ کے منافی ہیں۔ چونکہ جملہ عرضیداشتوں کا محور پنجاب فیملی کورٹ ایکٹ کی دفعہ 10 میں کی گئی ترامیم (5) اور (6) ہیں، لہٰذا تمام عرضیداشتوں کا یکجا تصفیہ بذریعہ فیصلہ ہٰذا کیا جاتا ہے۔

دفعہ 10 کی ذیلی دفعات (5) اور (6) پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:-

> "(5) In a suit for dissolution of marriage, if reconciliation fails, the Family Court shall immediately pass a decree for dissolution of marriage and, in case of dissolution of marriage through khula, may direct the wife to surrender up to fifty percent of her deferred dower or up to twenty-five percent of her admitted prompt dower to the husband.
> (6) Subject to subsection (5), in the decree for dissolution of marriage, the Family Court shall direct the husband to pay whole or part of the outstanding deferred dower to the wife."

-2 مسئول علیہم کو نوٹس جاری ہوئے اورانہوں نے جواب داخل کرلیے۔ سائیلان کی طرف سے مفتی ضیاءالدین صاحب پیش ہوئے۔ مفتی صاحب خلع کے اصل

قانون ہی پر بحث کے متمنی تھے۔ اُن کو بتایا گیا کہ خلع کا اصل قانون زیربحث نہیں اوریہ نکتہ قبل ازیں اس عدالت سے حتمی طور پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اِس وقت پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 کی دفعہ 10 ذیلی دفعات (5) اور(6) ، جن کی رو سےحق مہرموجل کا نصف یا 1/4 حصہ مہر معجل تسلیم شدہ کی ڈگری بوقت علیحدگی بصورت خلع بحق شوہر جاری ہوگی اور بقیہ مہرموجل کی ڈگری کلی یا جزوی بحق خاتون ہوگی، زیربحث وزیرِغور ہیں۔ انہوں نے اس نکتہ پر بحث کرنے سے اس بنیاد پرمعذرت کی کہ انکی تیاری نہیں ہے۔ ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل پنجاب نے بھی کوئی خاص معاونت نہیں کی اور اپنے مدخلہ جواب پر ہی اکتفا کیا۔ ہم اس تاثر میں تھے کہ حکومتِ پنجاب قانون موضوعہ کی تائید میں اسمبلی کے روبرو بل پیش کرتے وقت کی بحث اور مابعد اس کی تائید، حمایت یا مخالفت میں معزز اراکین پنجاب اسمبلی کی تقاریر، دلائل اور موقف ہمارے سامنے رکھ کر یہ بتائیں گے کہ مذکورہ بِل پاس کرتے وقت کس حد تک شرعی حوالہ جات سے استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی، آئین کی تمہید اور بالخصوص آرٹیکل 227 کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا۔ مگر پنجاب حکومت اور اس کے نمائندہ یہ ذمہ داری نبھانے پر مائل نظرنہ آئے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ فریقین نے قانونی معاونت کے حوالہ سے اپنی واجبی ذمہ داری بھی پوری نہیں کی۔

-3 ہم نے اپنے طور پر جائزہ لیا۔ معاملہ کچھ یوں ہے کہ شریعت میں طلاق کا جو حق مرد کو حاصل ہے، خلع وہی حق عورت کو طلب تفریق کی صورت میں عطا کرتاہے۔ اس ضمن میں اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا موضوعہ متنازعہ قانون وضع کرتے وقت خلع اوراس کےمضمرات جوپہلے سے طے چلی آرہی ہیں ملحوظ رکھی گئیں؟ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مملکتِ خداداد میں پارلیمنٹ قانون سازی کا حق آئین کے تحت متعین کئے گئے دائرے میں کماحقہٗ محفوظ رکھتی ہے اور قانون سازی چاہے وفاقی سطح پر ہو یا صوبائی سطح پر ایک معیار پر پوری اترے اور وہ یہ کہ موضوعہ قانون قرآن و سنت کے تابع ہویعنی آئین کی تمہید، آرٹیکلز (1)31، 35، 227 سے متصادم نہ ہو۔ آئین کی تمہید میں یہ بات وضاحت سے لکھی گئی ہے کہ:

> جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائیگا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآنِ پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔

اس حق کے حصول کا اعادہ دستور کے باب دوئم حکمتِ عملی کے اصول میں آرٹیکل ۳۱(۱) میں باردیگر درجِ ذیل الفاظ میں کیا گیا:

> آرٹیکل ۳۱۔(۱) پاکستان کے مسلمانوں کو، انفرادی اور اجتماعی طورپر، اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآنِ پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

> آرٹیکل ۳۵۔ مملکت، شادی، خاندان، ماں اور بچے کی حفاظت کرے گی۔

> آرٹیکل۲۲۷۔(۱) تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا، جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے، اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔

4۔ مذکورہ بالا شریعت عرضداشتوں کا مدعا بالاختلافِ الفاظ، دلائل، استدلال مگرباالتفاق معنی ومقصد یہ ہے کہ پنجاب فیملی کورٹ ایکٹ کی دفعہ 10 کی ذیلی دفعات (5) اور (6) قرآن وسنت کے منافی ہیں لہٰذا انہیں منسوخ کیا جائے۔ متنازعہ قانون کی رو سے اگر عدالت تنسیخ نکاح کی ڈگری بصورتِ خلع جاری کرتی ہے تو دفعہ 10 ذیلی دفعہ (5) کے بموجب نصف حق مہرموجل یا چہارم حصہ حق مہر معجل کی حد تک واپسی بحق شوہر کی ڈگری جاری کرے گی۔ ذیلی دفعہ (6) کی رو سے ذیلی دفعہ (5) کے بموجب عدالت لازماً بقیہ مہرموجل کی کلی یا جزوی ادائیگی بحق خاتون کا حکم دے گی۔

5۔ فریقین کی بحث تو سماعت ہوئی۔ مگر افسوس کہ سائیلان نے اس ضمن میں اپنی قانونی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ ان کی طرف سے کوئی معنی خیز، مدلّل اور بامقصد معاونت نہیں ہوئی اور نہ ہی حجت کے طور پرکوئی تیربہ ہدف مواد مہیا کیا گیا۔

غیر متوقع طور پر یہی صورتِ حال حکومت پنجاب کی رہی۔ فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل نے یہ کہہ کر گلوخلاصی کی کہ ہم نے comments فائل کئے ہیں۔ ستم کا یہ سلسلہ یہاں بھی نہیں تھما، جیورس کنسلٹ ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب باوجود فراہمی موقع بسیار اپنا نکتہِ نظرنہ تو زبانی پیش کرسکےاورنہ ہی تحریری جواب داخل کرنے کے لیے زحمت پرکمربستہ نظر آئے۔ لہٰذا مجبوراً ان کی حد تک ان مقدمات میں جیورس کنسلٹ کی تعیناتی کا حکم واپس لیا گیا۔

6- کچھ عرضداشتوں کےمتن میں خلع کے بنیادی حق بشمولِ اختیارعدالت بسلسلہ اجراءڈگری بصورت خلع پر بھی سوال اٹھایا گیا ہے۔ اس ضمن میں یہ واضح رہے کہ یہ نکات قبل ازیں اس عدالت سےحتمی طورپربعدازباقاعدہ سماعت طے ہوچکے ہیں۔ لہٰذا اس 'ضمن' میں کوئی گفتگو اور بحث نہیں ہوگی۔ ملاحظہ ہو PLD 2014 FSC 43 سلیم احمد وغیرہ بنام حکومتِ پاکستان، متعلقہ صفحہ 62-63 پیرا نمبر22 & 23 :

> *"22. The upshot of the above discussion is that there is no specific verse or authentic Ahadith that provides a bar to the exercise of jurisdiction by a competent Qazi to decree the case of 'Khula' agitated before him by a wife, after reconciliation fails. As discussed above in detail, the Ayaat and Ahadith relied upon by the petitioners neither specifically relate to the issue of 'Khula' nor to the lack of authority of a Qazi duly authorized by an Islamic State to resolve the disputes between husband and wife. The interpretation of the said Verses and Ahadith is also not unanimous.*
> *23. Consequently for the reasons stated above, we dismiss these petitions."*

محولہ بالا قوانین ازدواجی زندگی سے متعلق ہیں جو اسلامی معاشرتی زندگی کی اساس، ثبات اور دوام کی ضمانت ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ معاہدہ میثاقِ نکاح کہلاتا ہے۔ اس معاہدہ کو اس کی روح کے مطابق سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ معاہدہ نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے۔ نوعیت وھیئت کے لحاظ سے خوبصورت، باعزت، باوقار اور مجمعِ عام

میں اس کا انعقاد ہوتا ہے۔ سماجی حیثیت کے مطابق لوگوں کی کثرتِ شرکت خیروبرکت کا سبب اور باعث افتخاروعزت تصور ہوتا ہے۔ اہمیت کے اعتبار سے چونکہ شرعی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے، سنتِ نبویؐ میں اس کا شمار ہوتا ہےاورتولیدِنسل کا ذریعہ ہے، اس لیے اسے مضبوط، مستحکم، دائم، پختہ اور پائیدار گردانا جاتا ہے۔ ہرچندکہ اس معاہدہ کو قائم رکھنا یا ختم کرنا فریقین کی مرضی و منشاء پرموقوف اور منحصر ہے مگریہ اختیار بھی مادرپدرآزاد نہیں بلکہ اصولوں کے تابع ہے اور دونوں صورتوں میں قرآنی احکامات مشعلِ راہ ہیں۔ اول الذکریعنی معاہدہ قائم رکھنے کی صورت میں ''فامساک بمعروف'' کے حکم پرکاربند رہنا لازمی ولابدی ہے جبکہ خدانخواستہ موخرالذکر کی کیفیت لاحق ہو تو ''تسریح با حسان'' کے حکم پرعمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اس معاہدہ کی کوکھ سے جنم لینے والے حقوق و ذمہ داریوں کی بنیاد پرقرآن مجید اسے ''مِّيثَاقاً غَلِيظا''سے تعبیر کرتا ہے۔ لہٰذا میثاقِ نکاح سے متعلق کسی بھی قانون سازی کا اُس معیار پر پورا اترنا لازمی ہے جس کا تقاضا اس معاہدہ کی شرعی اہمیت کرتی ہے۔

7۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، خطیبِ پاکستان نے معارف القرآن جلد دوم کے صفحہ نمبر353-354 میں میثاقِ نکاح کو یوں متعارف کروایا ہے:۔

A۔ ''وَاَخَذْنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا، ''یعنی اُن عورتوں نے تم سے پختہ اور مضبوط عہد لے لیا ہے،'' اس سے مراد عقدنکاح کا عہد ہے جو اللہ کے نام اور خطبہ کے ساتھ مجمع کے سامنے کیا جاتا ہے،
خلاصہ یہ ہے کہ اس ازدواجی عہدومیثاق اورباہم بےحجابانہ ملنے کے بعد دیا ہوا مال واپس کرنے کے لئے عورت کو مجبور کرنا کھلا ہوا ظلم وجور ہے، مسلمانوں کو اس سے اجتناب لازم ہے''

سورہ بقرہ کی آیت نمبر 230/229 کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن جلد اول کے صفحہ 555-556 پر لکھتے ہیں:۔

''<u>نکاح وطلاق کی شرعی حیثیت اور حَکیمانہ نظَام</u>
نکاح کی ایک حیثیت تو ایک باہمی معاملے اور معاہدے کی ہے، جیسے بیع وشراء اور لین دین کے معاملات ہوتے ہیں، دوسری حیثیت ایک سنت اور عبادت کی

ہے، اس پر تو تمام امت کا اتفاق ہے کہ نکاح عام معاملات و معاہدات سے بالاتر ایک حیثیت شرعی عبادت و سنت کی رکھتا ہے، اسی لئے نکاح کے منعقد ہونے کے لئے باجماعِ امت کچھ ایسی شرائط ضروری ہیں جو عام معاملات بیع وشراء میں نہیں ہوتیں،

اوّل تو یہ کہ ہرعورت سے اور ہر مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا، اس میں شریعت کا ایک مستقِل قانون ہے، جس کے تحت بہت سی عورتوں اور مردوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا،

دوسرے تمام معاملات ومعاہدات کے منعقد اور مکمل ہونے کے لئے کوئی گواہی شرط نہیں، گواہی کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب فریقین میں اختلاف ہوجائے، لیکن نکاح ایسا معاملہ نہیں، یہاں اس کے منعقد ہونے کیلئے بھی گواہوں کا سامنے ہونا شرط ہے، اگردو مردوعورت بغیرگواہوں کے آپس میں نکاح کرلیں، اور دونوں میں کوئی فریق کبھی اختلاف وانکار بھی نہ کرے اس وقت بھی شرعاً وہ نکاح باطل، کالعدم ہے جب تک گواہوں کے سامنے دونوں کا ایجاب وقبول نہ ہو، اورسنت یہ ہے کہ نکاح اعلانِ عام کے ساتھ کیا جائے، اسی طرح کی اور بہت سی شرائط اور آداب ہیں، جو معاملۂ نکاح کے لئے ضروری یا مسنون ہیں،

امام اعظم ابوحنیفہ اور بہت سے دوسرے حضرات ائمہ کے نزدیک تو نکاح میں معاملہ اور معاہدہ کی حیثیت سے زیادہ عبادت وسنت کی حیثیت غالب ہے، اور قرآن وسنت کے شواہد اس پر قائم ہیں،

نکاح کی اجمالی حقیقت معلوم کرنے کے بعد طلاق کو سمجھئے، طلاق کا حاصل نِکاح کے معاملے اور معاہدے کو ختم کرنا ہے، جس طرح شریعتِ اسلام نے نکاح کے معاملے اور معاہدے کو ایک عبادت کی حیثیت دے کر عام معاملات و معاہدات کی سطح سے بلند رکھا ہے اور بہت سی پابندیاں اس پرلگائی ہیں اسی طرح اس معاملہ کا ختم کرنا بھی عام لین دین کے معاملات کی طرح آزاد نہیں رکھا، کہ جب چاہے جس طرح چاہے اس معاملہ کو فسخ کردے، اوردوسرے سے معاملہ کرلے، بلکہ اس کے لئے ایک خاص حکیمانہ قانون بنایا ہے، جس کا بیان آیات مذکورہ میں کیا گیا ہے

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ اس معاملہ کے انقطاع کا اثر صرف فریقین پر نہیں پڑتا، نسل واولاد کی تباہی وبربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہونچتی ہے، اور پورا معاشرہ بُری طرح اِس سے متاثر ہوتا ہے، اسی لئے جواسباب اور وجوہ اس معاملہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں قرآن وسنت کی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پوراانتظام کیا ہے، زوجین کے ہر معاملے اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن

وسنت میں مذکور ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتاچلاجائے، ٹوٹنے نہ پائے، ناموافقت کی صورت میں اوّل افہام وتفہیم کی پھرزجروتنبیہہ کی ہدایتیں دی گئیں، اور اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تہ خاندان ہی کے چند افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی، آیت حَكَمًامِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًامِّنْ اَهْلِهَا میں خاندان ہی کے افراد کو ثالث بنانے کا ارشاد کس قدرحکیمانہ ہے، کہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں زیادہ بُعد پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے“

مولاناامین احسن اصلاحی تدبرِقرآن جلد دوم صفحہ 43 میں اس میثاق پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:-

”... میرے نزدیک اِس کی وجہ یہ ہے کہ عقدِ نکاح کی اصل عرفی اور شرعی حقیقت یہی ہے کہ وہ میاں اور بیوی کے درمیان حقوق اور ذمہ داریوں کا ایک مضبوط معاہدہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سے دونوں زندگی بھر کے سنجوگ کے عزم کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے ہیں اور دونوں یکساں طور پرحقوق بھی حاصل کرتے ہیں اوریکساں طور پر ایک دوسرے کے لیے ذمہ داریاں بھی اٹھاتے ہیں۔ بظاہرتو اِس میثاق کے الفاظ نہایت سادہ اور مختصر ہوتے ہیں، لیکن اِس کے مضمرات وتضمنات بہت ہیں اور یہ مضمرات وتضمنات ہر مہذب سوسائٹی اور ہر شریعت میں معلوم و معروف ہیں۔ یہ امر بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ میثاق بندھتا توہے میاں اوربیوی کے درمیان، لیکن اِس میں گرہ خدا کے حکم سے لگتی ہے اور جس طرح خلق اِس کی گواہ ہوتی ہے اُسی طرح خالق بھی اِس کا گواہ ہوتا ہے۔ پھر اِس کے”میثاق غلیظ“ ہونے میں کیا شبہ رہا؟ یہاں اِس رشتے کو اِس لفظ سے تعبیر فرما کر قرآن نے اِس کی اصلی عظمت واضح فرمائی ہے کہ مرد کو کسی حال میں بھی یہ بُھولنا نہیں چاہیے کہ بیوی کے ساتھ اُس کا تعلّق کچے دھاگے سے نہیں بندھا ہے بلکہ یہ رشتہ نہایت مُحکم رشتہ ہے اور اِس کے تحت جس طرح مرد کے حقوق ہیں، اُسی طرح بیوی کے بھی حقوق ہیں جن سے مرد کے لیے فرار کی گنجائش نہیں ہے، اگر وہ اِن سے بھاگنے کی کوشش کرے گا تو اپنی فتوت کو بھی رسوا کرے گا اور اپنے خدا کو بھی ناراض کرے گا۔“

مولاناسیدابوالاعلٰی مودودی صاحب تفہیم القران جلد اول صفحہ 335 پر یوں رقمطراز ہیں:-

"پختہ عہد سے مراد نکاح ہے، کیونکہ وہ حقیقت میں ایک مضبوط پیمان وفا ہے جس کے استحکام پر بھروسہ کر کے ہی ایک عورت اپنے آپ کو ایک مرد کے حوالہ کرتی ہے۔ اب اگر مرد اپنی خواہش سے اس کو توڑتا ہے تو اُسے وہ معاوضہ واپس لینے کا حق نہیں ہے جو اس نے اس معاہدہ کرتے وقت پیش کیا تھا۔(ملاحظہ ہو سُورہ بقرہ حاشیہ نمبر ۲۵۱)"

8- وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ مصدرہ 28 مئی 2009 سلیم احمد وغیرہ بنام حکومتِ پاکستان وغیرہ PLD 2014 FSC 43 میں اس طرح اظہار فرمایا ہے:-

"Marriage in Islam is a commendable institution designed as a basic social unit. Its main objectives are, inter alia, as follows:-

(a) Procreation of children, preservation and perpetuation of the human race, through legitimate sexual intercourse between a man and a woman whose relationship as husband and wife is publicly declared and made known to the society at large. The Holy Qur'an says:--
"O Mankind, be conscious of your duty to your Lord, who created you from a single soul, crated of like nature, his mate, and from the two created and spread many men and women" (4 : 1)
"Your wives are for you to cultivate: so go to your cultivation whenever you wish, and take care of what is for you, and heed God and know that you will meet Him:. (2 : 223)

(b) Protection of morals through legally justified satisfaction of natural biological urges and, resultantly, curbing pre-marital or extra marital sex. The Holy Qur'an calls marriage 'Hisn' (حِصّن) which means a fortress, a

castle i.e. protection against illegal sex relations. The Holy Qur'an referring to this aspect says:-

"So marry them with their guardian's permission and give them their marriage portions as wives, they being chaste, nor committing fornication or having illicit friendship". (4 : 25)

At another place, the same point is highlighted with reference to the man":

"And respectable, believing women (are lawful) as well as respectable women from among those who are given the Book before you have given them their marriage portion and taken them in wedlock, nor fornicating or having illicit friendship" (5 : 5)

(c) Establishment of sound emotional, spiritual, happy, lovely and peaceful life-long companionship. The Holy Qur'an highlighted this aspect and says:--

"And (one) of His signs is that He created for you, of yourselves, spouses so that you may console yourselves with them (and find rest and tranquility in them). He has set between you love and mercy". (30 : 21)

At another place, the relationship between the spouses has been described as that between 'the body and the garment'.

"They are garments for you and you are garments for them" (2 : 187)

Resembling the relationship of spouses to garment is very meaningful. The garment is something nearest to the body, protecting it from exposure to anything harmful, covers and adorns it and adds to its beauty. The spouses are also supposed to be very close to each other, protecting each other's honour, life and property. This function of marriage is set forth in the form of prayer in a number of verses:

"Our Lord! Grant us in our spouses and our offspring the comfort of our eyes and make us a model for the heedful. (25 : 74)
My Lord! Make me keep up prayer and (also) let my offspring [do so]. Our Lord accept my, appeal! Our Lord, forgive me and my parents..."
(14, 40, 41)

9. بلاشبہ میثاقِ نکاح کو قائم رکھنے کی بہت زیادہ تاکید اور تلقین کی گئی ہے۔ حقِ طلاق وخلع کے بےدریغ استعمال سے پختہ عہد"میثاقاً غلیظًا" ٹوٹ جاتاہے اور اس مکرم ومعظم رشتہ سے جنم لینے والی اولاد کسمپرسی، پریشانی اورغیریقینی مستقبل کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس امر میں شک نہیں کہ شریعت میں طلاق اورخلع دونوں مباح تو ہیں لیکن ان کا شمار انتہائی ناپسندیدہ، مکروہ ومبغوض اعمال میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس حق کا استعمال حتمی چارہ کار اورانتہائی لاعلاجی کی صورت میں کیا جانا چاہیے۔ لہٰذا طلاق کا اختیار اور طلب تفریق بذریعہ خلع کے حق کے استعمال سے پہلے قرآنی منشاء کہ رشتے قائم رہیں کی طرف راغب ہونا انتہائی ضروری ہے۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر 19 میں ارشادِباری تعالٰی ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا(19)
ترجمہ:۔ان کے ساتھ اچھے سلوک سے رہو۔ اگر وہ تم کو ناپسند بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اوراللہ اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھدے۔

نبی پاک ﷺ کا ارشادِ مبارک بحوالہ سنن ابی داوٗد أول کتاب الطلاق باب فی کراھیۃ الطلاق حدیث نمبر ۲۰۹۲ درج ذیل ہے:۔

أَبْغَضُ الحلال إلى الله عزوجل الطَّلَاقُ

ترجمہ:۔اللہ تعالٰی کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیزطلاق ہے۔

مولانا سید ابوالاعلٰی مودودی صاحب حقوق الزوجین صفحہ 51 پر اس ضمن میں یوں رقمطرازہیں:۔

شریعت طلاق کو پسند نہیں کرتی۔ نبیﷺ کا ارشاد ہے کہ اَبْغَضُ الحَلَالِ اِلیَ اللہ تعالٰی الطَّلَاقُ (اللہ تعالےٰ کے

نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے) اور تَزَوَّجُوْا وَلَا تُطَلِّقُوا فان الله لَایحب الذواقینَ والذّواقات (شادیاں کرو اور طلاق نہ دو۔ کیونکہ اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا)۔ اس لئے مرد کو طلاق کا آزادانہ اختیار دینے کے ساتھ ایسی شرائط کا پابند کر دیا گیا ہے، جن کے ماتحت وہ اس اختیار کو محض ایک آخری چارۂ کار کے طور پر ہی استعمال کرسکتا ہے۔

اس فلسفہ پر جناب مولانا محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان معارف القران جلد اول صفحہ 556-557 میں آیت نمبر229/230 کے معارف ومسائل پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"لیکن بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں، کہ اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہوجاتی ہیں، اور تعلقِ نکاح کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے طرفین کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے، ایسی حالت میں اس ازدواجی تعلق کا ختم کر دینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کی راہ ہوجاتی ہے، اس لئے شریعتِ اسلام نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کیا، کہ رشتۂ ازدواج ہر حال میں ناقابلِ فسخ ہی رہے، بلکہ طلاق اور فسخِ نکاح کاقانون بنایا، طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو دیا، جس میں عادۃً فکروتدبّراورتحمل کا مادہ عورت سے زائد ہوتا ہے، عورت کے ہاتھ میں یہ آزاد اختیار نہیں دیا، تاکہ وقتی تاثرات سےمغلوب ہوجانا جوعورت میں بہ نسبت مرد کے زیادہ ہے وہ طلاق کا سبب نہ بن جائے،

لیکن عورت کو بھی بالکل اس حق سے محروم نہں رکھا کہ وہ شوہرکےظلم وستم سہنے ہی پر مجبور ہوجائے، اس کویہ حق دیا کہ حاکمِ شرعی کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کرکے اور شکایات کا ثبوت دے کر نکاح فسخ کراسکے یا طلاق حاصل کرسکے، پھر مرد کو طلاق کا آزادانہ اختیار تودیدیا، مگراوّل تو یہ کہہ دیا کہ اس اختیار کا استعمال کرنا اللہ کے نزدیک بہت مبغوض و مکروہ ہے، صرف مجبوری کی حالت میں اجازت ہے، حدیث میں ارشادِنبوی ہے:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق،	یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اورمکروہ اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

مولانا سید ابُوالاعلٰی مودودی صاحب حقوق الزوجین صفحہ 50 میں ذیل خاکہ کھینچتے ہیں:-

"اسلامی قانونِ ازدواج کی دوسری اصل یہ ہے کہ مناکحت کے تعلق کو امکانی حد تک مستحکم بنایا جائے اور جو مردوزن ایک مرتبہ اس رشتہ میں بندھ چکے ہوں ان کو باہم جمع رکھنے کی انتہائی کوشش کی جائے۔ مگر جب ان کے درمیان محبّت اور موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور رشتۂ مناکحت میں ان کے بندھے رہنے سے قانون کے اصل مقاصد فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان کو نفرت وکراہت اور طبائع کی ناموافقت کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ رکھنے پر اصرار نہ کیا جائے۔ اس صورت میں ان کے لئے اور سوسائٹی کے لئے بہتریہی ہے کہ اُن کی علیٰحدگی کا راستہ کھول دیا جائے۔ اس معاملہ میں اسلامی قانون نے فطرت انسانی کی رعایت اور تمدنی مصالح کی حفاظت کے درمیان ایسا صحیح توازن قائم کیا ہے، جس کی مثال دنیا کے کسی قانون میں نہیں مل سکتی۔ ایک طرف وہ رشتۂ نکاح کو مستحکم بنانا چاہتا ہے، مگر نہ اتنا مستحکم جتنا ہندومذہب اور مسحیت میں ہے کہ زوجین کے لئے مناکحت کی زندگی خواہ کتنی ہی شدید مصیبت بن جائے، بہرحال وہ ایک دوسرے سے علیٰحدہ نہ ہوسکیں۔ دوسری طرف وہ علیٰحدگی کے راستے کھولتا ہے، مگر نہ اتنے آسان جتنے روس، امریکہ اور مغرب کے اکثر ممالک میں ہیں کہ ازدواجی تعلق میں سرے سے کوئی پائیداری ہی باقی نہ رہی اور رشتۂ ازدواج کی کمزوری سے عائلی زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہونے لگا۔"

10- اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ کیجیے۔ طلاق کی طرح خلع کی ناپسندیدگی بھی اظہرمن الشمس ہے۔ خلع کا حق حقِ طلاق کا ہم پلہ، مساوی، متوازی اوریکساں نسوانی حق قرار پایا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ مرد طلاق کا حق آزادانہ طور پر استعمال کرسکتا ہےجبکہ عورت کو خلع کی صورت میں طلب تفریق کا قطعی حق دیا گیا ہے۔ جس طرح طلاق ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے اسی بنیاد پر مباح ہونے کے باوجودخلع بھی ناپسندیدہ ہےبالخصوص جب مرد قصوروار نہ ہواورعورت کے حقوق کی پامالی کا مرتکب بھی نہ ہو۔ ناپسندیدگی کا اظہار نبی پاک ﷺ نے، بحوالہ حقوق الزوجین صفحہ 59، ذیل الفاظ میں فرمایا ہے:-

"اِنَّ اللہ لایحبُّ الذَّوَّاقِیْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ

اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں

کو پسند نہیں کرتا۔

لَعَنَ اللہُ کُلَّ ذَوَّاقٍ مِطلَاقٍ۔	ہر طالبِ لذّت بکثرت طلاق دینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔
اَيُّمَا امْرَأةٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِغَيْرِ نُشُوْزٍ فَعَلَيْهَا لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔	جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے اس کی کسی زیادتی کے بغیر خلع لیا اس پر اللہ اور ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی۔ خلع کو کھیل بنالینے والی عورتیں منافق ہیں۔"

11- مگر شریعت دینِ فطرت ہونے کے ناطے انسانی طبعیت، حالات کی نزاکت اور زندگی کے نشیب وفراز سے پوری طرح باخبر ہے اس لیے سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۹ میں وہ تمام اصول وضوابط متعین کئے گئے جو ازدواجی زندگی کے مختلف مراحل اور حالات کالحاظہ کرتی ہیں۔

12- چونکہ اس وقت مسئلہ طلبِ تفریق بصورت خلع کا فدیہ/معاوضہ یا بدل خلع کے حوالہ سے زیربحث ہے اس لیے "تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ" کے فلسفہ کو ملحوظ رکھ کریہ تعین کرنا ہے کہ:-

(۱) کیا بوقت فسخ نکاح بصورتِ خلع قرآن مجید شوہر کے لیے مال کی واپسی کے ضمن میں کوئی خاص شرح، مقدار معین کرتا ہے؟

(۲) سوال نمبر(۱) کا جواب نفی میں ہو تو کیا سنّت میں یہ شرح/مقدار معین ومقرر ہے؟

(۳) کیا متنازعہ قانون قرآن و سنت سے متصادم ہے؟

13- مذکورہ بالا سوالات کوقرآن وسنت کی روشنی میں جانچنے سے قبل اسلام کے اس آفاقی اورغیرمتنازعہ مسلمہ اصول کا تذکرہ ضروری ہے کہ اگر شوہر بزعمِ خود طلاق کا اعلان کرے یا طلاق دینا چاہے توحق مہر، تحفہ تحائف یا کوئی چیزجوشوہربیوی کودےچکاہےقطعاًواپس لینےکامجازنہیں۔ نصِ قرآن میں صریحاًاس کی ممانعت موجود ہے۔ ایسے لوگ ظالم قرار دیے گئےاورحدوداللہ میں تجاوز کےمرتکب قرار پائینگے۔

قرآن مجید کی سورہ نساء آیت نمبر 20 اور 21 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

B- وَاِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّاٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰٮهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـــًٔا ؕ اَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا (4:20)

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم نے ایک کو ڈھیروں مال دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو، کیا تم بُہتان لگا کر اور کھلی ہوئی حق تلفی کرکے اس کو لو گے؟

وَ كَيۡفَ تَاۡخُذُوۡنَهٗ وَقَدۡ اَفۡضٰى بَعۡضُكُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ وَّاَخَذۡنَ مِنۡكُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا (4:21)

اور کس طرح اس کو لو گے جب کہ تم ایک دُوسرے کے آگے بے حجاب ہو چکے ہو اور انھوں نے تم سے مضبوط عہد لے رکھا ہے۔

خلاصئہ تفسیر (معارف القرآن جلد دوم صفحہ 349 - 350) میں مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ :-

"اوراگرتم (خود اپنی رغبت کی وجہ سے) بجائے ایک بیوی کے (یعنی پہلی کے) دوسری بیوی کرنا چاہو (اور پہلی بیوی کا کوئی قصور نہ ہو) اور تم اس ایک کو (مہرمیں یا ویسے ہی بطور ہبہ و عطیّہ کے) انبار کا انبار مال دے چکے ہو (خواہ ہاتھ میں سونپ دیا، یا خاص مہر کے لئے صرف معاہدہ میں دینا کیا ہو) تو تم اس (دیئے ہوئے یا معاہدہ کئے ہوئے) میں سے (عورت کو تنگ کرکے) کچھ بھی (واپس) مت لو (اور معاف کرانا بھی حکماً واپس لینا ہے) کیا تم اس کو (واپس) لیتے ہو (اس کی ذات پر نافرمانی یا بدکاری کا) بہتان رکھ کر اور (اس کے مال میں) صریح گناہ (یعنی ظلم) کے مرتکب ہو کر (خواہ بہتان صراحتہً ہو یا کہ اس طور پر دلالۃً ہو کہ اوپر صرف نافرمانی وبدکرداری کی صورت میں اس سے مال لینے کی اجازت تھی، پس جب اس سے مال لیا تو گویا اس کو نافرمان وبدکردار دوسروں کے ذہن میں تصور کرایا اور ظلم مالی کی وجہ ظاہر ہے کہ بغیر خوش دلی کے عورت نے دیا، اور ہبہ کی صورت میں یہ ظلم اس لئے کہ زوجین کے آپس میں کوئی کِسی کو ہدیہ دیدے تو اب اس سے واپس لینے کا شرعًا کوئی حق نہیں، اور واپس لے گا تو وہ ایک قسم کا غصب ہوگا، اور بہتان بھی اسی سے لازم آتا ہے، کیونکہ واپس لینا گویا یہ کہنا ہے کہ یہ میری زوجہ نہ تھی، اس کا بہتان ہونا ظاہر ہے، کہ اس کو دعوت زوجیت میں کاذبہ اور معاشرت میں فاسقہ ٹھہراتا ہے) اور تم اس (دیئے ہوئے) کو (حقیقۃً یا حکمًا) کیسے لیتے ہو حالانکہ (علاوہ بہتان وظلم کے اس کے لینے

سے دو امر اور بھی مانع ہیں، ایک یہ کہ) تم باہم ایک دوسرے سے بےحجابانہ مل چکے ہو (یعنی صحبت ہو چکی ہے، یا خلوتِ صحیحہ کہ وہ بھی حکمِ صحبت میں ہے، بہرحال انھوں نے اپنی ذات تمھارے تمتّع وتلذّذ کے لئے تمھارے سپرد کردی ہے، اور مہر اِسی سپردگی کا معاوضہ ہے، پس مبدل منہ کو حاصِل کر کے بدل کو واپس لینا یا کہ نہ دینا عقلِ سلیم کے بالکل خلاف ہے، اور اگر وہ مالِ مہر نہیں بلکہ عطیہ تھا تو یہ بےحجابانہ ملاقات اثرزوجیت کی وجہ سے مانع ہے، اور اصل مانع زوجیت ہے) اور (دوسرا مانع یہ کہ) وہ عورتیں تم سے ایک گاڑھا اقرار (یعنی عہدمستحکم) لے چکی ہیں (وہ عہد وہ ہے کہ نکاح کے وقت تم نے مہر اپنے ذمہ رکھا تھا اور عہد کر کے خلاف کرنا یہ بھی عقل کے نزدیک مذموم ہے، اور اگر وہ ہبہ اور عطیّہ ہے تو قبل بےحجابانہ ملاقات کے یہ عہد بھی اثرزوجیّت ہونے کی وجہ سے واپسیِ ہبہ سے مانع ہے، غرض چار موانع کے ہوتے ہوئے واپسی نہایت ہی مذموم ہے"

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب معارف القران جلد دوم صفحہ353 معارف ومسائل میں لکھتے ہیں:-

"اگلی دوآیتوں میں بھی اسی مضمون کا تفصِیلی بیان ہے، ارشاد ہے کہ جب عورت کی طرف سے کوئی سرکشی یا بے حیائی کا کام سرزد نہ ہو، مگر شوہر محض اپنی طبعی خواہش اور خوشی کے لئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، تواس صورت میں اگروہ ڈھیروں مال بھی اس کو دےچکا ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس سے دئیے ہوئے مال کا کوئی حصّہ طلاق کے معاوضہ میں واپس لے، یا واجب الاداءمہر کو معاف کرائے، کیونکہ عورت کا کوئی قصورنہیں، اور جس سبب سے مہرواجب ہوتا ہے وہ سبب بھی پورا ہوچکا ہے، یعنی عقدنکاح بھی ہو گیا اور دونوں آپس میں بےحجابانہ مل بھی چکے ہیں، تو اب دیا ہو مال واپس لینے یاواجب الاداء مہر کے معاف کرانےکااس کو کوئی حق نہیں ہے،
اس کے بعد اس رقم کی واپسی کے ظلم وگناہ ہونے کو تین مرحلوں میں بیان فرمایا گیا اول فرمایا: اَتَاْخُذُوْنَہٗ بُھْتَانًاوَّاِثْمًامُّبِیْنًا۔"یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بیوی پر زنا وغیرہ کے بہتان لگانے کا کُھلا گناہ کر کے اپنا مال واپس لینے کا راستہ نکالو" یعنی جب یہ معلوم ہوچکا کہ دیا ہو مال واپس لینا صرف اس وقت جائز ہے، جبکہ بیوی کسی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہو، تواب اس سے مال واپس لینا درحقیقت اُس کا اعلان کرنا ہے کہ اس نے کوئی ناشائستہ حرکت بےحیائی وغیرہ کی ہے، خواہ زبان سے اس پر تہمت زنا کی

لگائے یا نہ لگائے، بہرحال یہ ایک صورت تہمت اور بہتان کی ہے جس کا اِثم مبین یعنی کھلا گناہِ عظیم ہونا ظاہر ہے،

دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا گیا: وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ وَقَدْاَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی بَعْضٍ، "یعنی اب تم اپنا مال ان سے کیسے واپس لے سکتے ہو، جبکہ صرف عقدنکاح ہی نہیں بلکہ خلوتِ صحیحہ اور ایک دوسرے سے بےحجابانہ ملنا بھی ہو چکا ہے، کیونکہ اس صورت میں دیا ہوامال اگر مہر کا ہے تو عورت اس کی پوری مستحِق اور مالک ہو چکی ہے، کیونکہ اس نے اپنے نفس کو شوہر کے سپرد کردیا، اب اس کی واپسی کے کوئی معنی نہیں، اور اگر دیا ہوامال ہدیہ تحفہ کا ہے تو بھی اب اس کی واپسی ممکن نہیں، کیونکہ میاں بیوی جو آپس میں ایک دوسرے کو ہبہ کریں اس کی واپسی نہ شرعاً جائز ہےاورنہ قانوناً نافذ کی جاتی ہے، غرض ازدواجی تعلق ہبہ کی واپسی سے مانع ہے"

سورہ بقرہ کی آیت نمبر229 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 175 میں مولانا سید ابوالاعلٰی مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

"یعنی مَہر اور وہ زیوراور کپڑے وغیرہ، جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہو، ان میں سے کوئی چیز بھی واپس مانگنے کا اسے حق نہیں ہے۔ یہ بات ویسے بھی اسلام کے اخلاقی اصُولوں کی ضد ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کو، جسے وہ دوسرے شخص کو ہبہ یا ہدیہ وتحفہ کے طور پر دے چکا ہو، واپس مانگے۔ اس ذلیل حرکت کو حدیث میں اُس کتّے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے، جو اپنی ہی قے کو خود چاٹ لے۔ مگر خصُوصیّت کے ساتھ ایک شوہر کے لیے تو یہ بہت شرمناک ہے کہ وہ طلاق دے کر رُخصت کرتے وقت اپنی بیوی سے وہ سب کچھ رکھوالینا چاہے جو اس نے کبھی اسے خود دیا تھا۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ اخلاق سکھائے ہیں کہ آدمی جس عورت کو طلاق دے، اُسے رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ دے کر رُخصت کرے۔ جیسا کہ آگے آیت ۲۴۱ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔"

تدبرقرآن جلد دوم صفحہ 43 پر امین احسن اصلاحی صاحب یوں رقمطراز ہیں:-

"...یہ مردکی فتوت کے بالکل منافی ہے کہ جس عورت کے ساتھ اُس نے زندگی بھر کا پیمانِ وفا باندھا، جوایک نہایت مضبوط میثاق کے تحت اُس کے حبالۂ عقد میں آئی، جس نے اپنا سب ظاہروباطن اُس کے لیے بےنقاب کردیا اور دونوں نے ایک مدت تک یک جان و دو قالب ہو کرزندگی گزاری، اُس سے جب جدائی کی نوبت آئے تو اپنا کھلایا پہنایا اُس سے اگلوانے کی کوشش کی جائے،

یہاں تک کہ اِس ذلیل غرض کے لیے اُس کو بہتانوں اور تہمتوں کا ہدف بھی بنایا جائے۔"

-14 اگرعلیحدگی اورجدائی کامحرک مرد ہے۔ محض مطلق مرضی، منشاء عالی یا عقدِ ثانی کی غرض اورعورت کے کسی قصوراورخطاء کے بغیر طلاق دینے پر مُصِّر ہے توپھر مرد عورت سے کچھ طلب نہیں کرسکتا۔ اس حوالہ سے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 اورسورہ نساء کی آیت نمبر21 کے تحت مرد کا دیا ہوا حق مہر ہر لحاظ سے ناقابل واپسی ہے۔ شوہر اداشدہ حقِ مہر بشمول کوئی دیا ہوا تحفہ تحائف، ہدیہ یا ھبہ وغیرہ بیوی سے بازیافتگی کا حق نہیں رکھتا ہے۔ سورہ النساء کی آیتِ مبارکہ 21 کی روشنی میں باآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر طلاق شوہر اپنی مرضی سےاوربیوی کے کسی قصوروخطاء کے بغیر دے رہا ہے یا دے چکا ہےتوحق مہرسمیت شوہرکوکوئی بھی شے، جو بطور تحفہ، ہبہ وغیرہ دے چکا ہے، واپس لینے کا کوئی حق واستحقاق نہیں رکھتا۔

-15 اسلام کا طُرّہ امتیاز یہ ہے کہ دینِ فطرت ہونے کے ناطے اسلام انسانی آزادی، عزتِ نفس کے وقار اور زندگی کی اصل مقصدوماخذ کے حصول کا داعی ہے اور اگر ازدواجی حالات اس نہج تک پہنچ جائیں کہ کسی بھی صورت میں نباہ نہ ہو سکے، ساتھ رہنا ممکن نہ ہو، ایک دوسرے سے منافرت بڑھ جائے، کدورت پیدا ہو تو ایسی صورت میں جدائی اور علیحدگی کی اجازت ہے۔ مگر یہ اختیار بھی مروجہ قانون واصول جو قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہیں کی بنیاد پر اور ان کو بروئے کار لاتے ہوئے استعمال کرنی چاہیے۔

-16 خلع کا جواز اور خلع کی بنیاد سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 229 سے ماخوذ ہے:-

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ

ترجمہ:- اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں (زوجین) اللہ تعالٰی کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جائے۔

اس آیت میں حدود اللہ سے مراد باہمی معاشرت کے احکام ہیں۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی رو سے میاں بیوی کو اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے کہ اگر دونوں اس نتیجے تک پہنچ جائیں کہ رشتہ ازدواج کے قیام کی صورت میں وہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو بیوی بدلہ دے کر خلاصی لے سکتی ہے۔ تاہم بدلہ کے طور پر کوئی خاص رقم، مقدارمال جنس نوعیت وشرح بلکہ حق مہر تک کا ذکر موجود نہیں باالفاظِ دیگرپیرہ نمبر13-Bمیں متذکرہ آفاقی اصول میں ایک استشناء دیا گیا ہے۔

17- حقِ طلبِ تفریق بذریعہ خلع کا فلسفہ اوربنیاد قرآنی حکم"فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَاحُدُودَاللهِ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَافِيمَاافْتَدَتْ بِهِ" پرہےکہ اگر وہ دونوں یعنی میاں بیوی کوخوف ہو وہ اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے عورت کچھ معاوضہ دے کرعقدِنکاح سے آزاد ہو جائے۔ قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ میں مال کی واپسی یا فدیہ کا کوئی شرحِ مقدار مقرر نہیں ہے اوراس ضمن میں قانون کا سارا مدار، منبع اورماخذ ابنِ ماجہ کی وہ حدیثیں ہیں جو حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیویوں کے معاملہ سے متعلق ہیں کہ جس کی رو سے دونوں بیویوں نے حق مہرمیں ملے ہوئے باغ واپس کردیے اور نکاح فسخ ہوئے ۔ اگرعورت یہ حق محض مرضی ومنشاء عالی کےطورپراورناپسندیدگی کی بنیاد پر استعمال کرتی ہے جبکہ شوہرحقوق کی ادائیگی، احترام وعزت کی بجاآوری میں بالکل قصوروارنہیں تو ایسی صورت میں لازمی ہے کہ عورت بھی مال کی قربانی گوارا کرے ۔

18- پھرتصفیہ طلب امر یہ ہے کہ فدیہ کیا ہو یا اس کا تعین کیسے کیا جائے گا؟ ایسی صورت میں اسلام کےدوسرے ماخذِقانون کی طرف رجوع کرنا لازمی ہے۔ اس ضمن میں حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع کا سب سے مشہورمقدمہ وہ ہے جس میں حضرت ثابت بن قیسؓ سے ان کی بیویوں نے خلع حاصل کیا ہے۔ ان واقعات کا نقشہ سیدابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی کتاب حقوقُ الزّوجین میں صفحہ 63 تا 67 پر یوں کھینچا ہے:-

> اس مقدمہ کی تفصیلات کے مختلف ٹکڑے احادیث میں وارد ہوئے ہیں جن کو ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت سے ان کی دو بیویوں نے خلع حاصل کیا تھا۔

ایک بیوی جَمِیلہ بنت اُبَیّ بن سَلُول (عبداللہ ابن اُبَیّ کی بہن) کا قصہ یہ ہے کہ انہیں ثابت کی صورت ناپسند تھی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خلع کے لئے مرافعہ کیا اور ان الفاظ میں اپنی شکایت پیش کی۔

یَارَسُوْلَ اللہِ لَا یجمعِ راسی وراسہ شیئٌ اَبَدًا انی رفعت جَانب الخباء فرأیتہ اقبل فِی عدة فَاِذَاھَواشدھم سوادًاواقصرھم قامۃ وَاقبحھم وجھا۔ (ابن جریر)

یارسول اللہ میرے اور اس کے سر کو کوئی چیز کبھی جمع نہیں کرسکتی۔ میں نے اپنا گھونگھٹ جواٹھایا تووہ سامنے سے چند آدمیوں کیساتھ آرہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ان سب سے زیادہ کالا اورسب سے زیادہ پستہ قد اورسب سے زیادہ بدشکل تھا۔

وَاللہ ماکرھت منہ دینًا ولَا خلقًا اِلَّا انی کرھت دمامتہ (ابن جریر)	خدا کی قسم میں دین یا اخلاق کی کسی خرابی کے سبب سے اس کو ناپسند نہیں کرتی بلکہ مجھے اس کی بدصورتی ناپسند ہے۔
وَاللہ لَولَا مخافۃ اللہ اِذَا دَخَلَ عَلَیَّ بصقت فِیٌ وَجھہ (ابن جریر)	خدا کی قسم اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آیا تھا۔ اس وقت میں اس کے منہ پرتُھوک دیتی۔
یَارَسُوْلَ اللہ بی مِن الجمال ماتری وثابت رجل دمیم (عبدالرزاق بحوالۂ فتح الباری)	یا رسول اللہ میں جیسی خوبصورت ہوں آپ دیکھتے ہیں اور ثابت ایک بدصورت شخص ہے۔
وَمَااعتب علیہ فِی خلق وَلَا دین ولکنی اکرہ الکفر فِی الاسلام (بخاری ونسائی)	میں اس کے دین اور اخلاق پر کوئی حرف نہیں رکھتی۔ مگر مجھے اسلام میں کفر کا خوف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شکایت سنی اورفرمایا کہ اتردین علیہ حدیْقَتَہٗ الَّتِیْ اعطاکِ؟ "جوباغ تجھ کو اس نے دیا تھا وہ تو واپس کردے گی؟" انہوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ، بلکہ وہ زیادہ چاہےتوزیادہ بھی دوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اَمَّاالزیادة فلا ولکن حدیْقَتَہٗ۔ "زیادہ تو نہیں مگرتواس کاباغ واپس کردے۔" پھر ثابت کو حکم دیا کہ اقبل الحدیقة وطلقھا تطلیقۃ "باغ قبول کرلے اور اس کو ایک طلاق دیدے۔" (بخاری و نسائی)

ثابت کی ایک اور بیوی حَبِیْبَہ بنت سہل الانصاریہ تھیں جن کا واقعہ امام مالکؒ اور ابوداؤد نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک روز صبح سویرے حضورؐ اپنے مکان سے باہر نکلےتوحبیبہ کو کھڑاپایا۔ دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ لا اناولاثابت بن قیس۔ ”میری اور ثابت کی نبھ نہیں سکتی“۔ جب ثابت حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ حبیبہ بنت سہل ہے، اس نے بیان کیاجوکچھ اللہ نے چاہا کہ بیان کرے۔ حبیبہ نے عرض کیا یارسول اللہ جو کچھ ثابت نے مجھے دیا ہے وہ سب میرے پاس ہے۔ حضورؐ نے ثابت کو حکم دیا کہ وہ لے لے اوراس کو چھوڑدے بعض روایتوں میں خَلِّ سَبِیْلَھَا کے الفاظ ہیں اور بعض میں فَارِقُھَا۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ابوداؤد اورابنِ جریر نے حضرت عائشہؓ سے اس واقعہ کواس طرح روایت کیا ہے کہ ثابت نے حبیبہ کو اتنا ماراتھا کہ ان کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ حبیبہ نے آکر حضورؐ سے شکایت کی آپ نے ثابت کو حکم دیا کہ خذبعض مالھاوفارقھا، اس کے مال کا ایک حصّہ لے لے اور جدا ہوجا۔

مگرابن ماجہ نے حبیبہ کے جو الفاظ نقل کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیبہ کو بھی ثابت کے خلاف جو شکایت تھی وہ مارپیٹ کی نہیں بلکہ بدصورتی کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے وہی الفاظ کہے جو دوسری احادیث میں جمیلہ سے منقول ہیں، یعنی اگر مجھے خدا کا خوف نہ ہوتا تو ثابت کے منہ پر تھوک دیتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت اور مرد کا مقدمہ پیش ہوا۔ آپ نے عورت کو نصیحت کی اور شوہر کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا۔عورت نے قبول نہ کیا۔ اس پر آپ نے اسے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا جس میں کوڑا کرکٹ بھرا ہوا تھا۔ تین دن قید رکھنے کے بعد آپ نے اسے نکالا اورپوچھا کہ تیرا کیا حال رہا۔ اس نے کہا خدا کی قسم مجھ کو انہی راتوں میں راحت نصیب ہوئی ہے۔ یہ سن کر عمرؓ نے اس کے شوہر کو حکم دیا کہ اِخْلَعْھا ویحکَ وَلَوْمِن قرطھا۔ اس کو خلع دے دےخواہ وہ اس کے کان کی بالیوں کے عوض ہی میں ہو۔

رُبَیّع بنت مُعَوّذ بن عَفْراء نے اپنے شوہر سے اپنی تمام املاک کے معاوضہ میں خلع حاصل کرنا چاہا۔ شوہر نے نہ مانا۔ حضرت عثمانؓ کے پاس مقدمہ پیش ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو حکم دیا کہ اس کی چوٹی کا موباف تک لے لے اور اس کوخلع دےدے۔ فاجازہ وامرُلا باخذ عقاس رأسھا فما دونہ۔

19- مندرجہ بالا واقعات سے یہ بات قطعی طور پر پایہ ثبوت تک پہنچی ہے کہ حق مہرمیں ملا ہوا مال واپس ہوا اور نکاح فِسخ ہوا۔ حالانکہ حضرت ثابتؓ کی بیوی نے

آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ زیادہ چاہے تو زیادہ بھی دونگی۔ آپﷺ نے فرمایا زیادہ تو نہیں۔

-20 خلع کے معاوضے کے بارے میں محترم (متوفی) ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب اپنی کتاب مجموعۂ قوانینِ اِسلام جلد دوم صفحہ۱۹۲ باب خلع ومبارات کی دفعہ ۱۱۳ جو خلع کے معاوضے کی مقدار سے متعلق ہے، لکھتے ہیں:-

<u>خلع کے معاوضے کی مقدار:</u> ۱۱۳۔ شوہر اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو مہر یا اس کی رقم سے کم یا زائد کے عوض خلع دے لیکن زوجہ کی اس معاوضے پر نارضامندی کی صورت میں عدالت حالات مقدمہ کے پیش نظرمعاوضہ کا تعین کرنے کی مجاز ہو گی۔

<u>تشریح</u>

اللہ تعالٰی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:
وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا

(”یعنی اگر تم ایک بیوی کے بجائے دوسری بیوی کرنے کا ارادہ کرو اور تمہاری بیویوں میں سے کوئی ایک بیوی اس کے صلے میں بہت سا مال دے تو تم اس مال سے کچھ نہ لو“)

یہ حکم اس مصلحت کی بناء پر ہے کہ ایسے موقع پرایک مصیبت توعورت پرمردکی جانب سے یہ ہوتی ہے کہ اس کے شوہر نے اسے چھوڑ دیا اور دوسری مصیبت یہ کہ شوہر اس سے خلع کے بدلے مال بھی لے۔

چنانچہ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات اپنے وسیع مفہوم میں شوہر کو اپنی بیوی سے خلع کے بدلے کسی بھی معاوضے لینے کو منع کرتی ہے جب کہ خلع کا سبب خود مرد ہو۔ بالفاظ دیگر اگر نااتفاقی شوہر کی جانب سے ہو تو شوہر کے لیے اپنی بیوی سے خلع کا معاوضہ لینا ممنوع ہے۔

<u>ہدایہ:</u>

ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر نشوز (نافرمانی) شوہرکی جانب سے ہوتو اس کا اپنی بیوی سے خلع کا معاوضہ لینا مکروہ ہے۔ اور اگر نشوز بیوی کی طرف سے ہو تو اس صورت میں شوہر بیوی سے صرف اپنا دیا ہوا مال واپس لے سکتا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔

حدیث نبوی سے استدلال:

شوہر کے لیے اپنے دئے ہوئے مال سے زائد نہ لینے کی دلیل رسُول کریمؐ کا وہ قول ہے جو حضورؐ نے ثابت بن قیسؓ کی بیوی کے متعلق اس صورت میں فرمایا تھا جب کہ نااتفاقی عورت کی جانب سے تھی چنانچہ جب ثابت بن قیس کی بیوی نے رسُول کریمؐ کو جواب دیا کہ جی ہاں! باغ بھی واپس کر دوں گی اور اس کے علاوہ کچھ مال بھی دوں گی تو رسُول کریمؐ نے"اماالزیادۃ فلا" کہہ کر زیادہ دینے سے منع فرمایا۔ عطاءبن عازب سے بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اپنی خلع لینے والی بیوی سے صرف وہی مال واپس لو جو تم نے اپنی بیوی کو دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ لو۔

مصنف محترم نے استدلال کے لئے ذیل کُتب کا حوالہ دیا ہے:-

۱۔ فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد۳، صفحہ ۱۹۹۔
بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ، ۱۳۲۸ ہجری، جلد۳،باب الخلع، صفحہ ۱۵۲۔
۲۔ مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد۱، صفحہ۴۴۷۔
۳۔ بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد۳،صفحہ ۱۵۱۔
بحرالرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ۳۱۱ ہجری، جلد۴، صفحہ۷۷۔
۴۔ سورۃ النساء آیت ۲۰۔
۵۔ بدایہ (عربی) مرغینانی، مطبوعہ دیوبند، ۱۳۸۰ ہجری، جلد ۲، صفحہ ۳۸۴۔
فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۲۰۳۔
مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ ہجری، جلد۱، صفحہ۴۴۷۔
۶۔ السنن الکبری، بیہقی، مطبوعہ دکن، ۱۳۵۳ ہجری، جلد ۷، صفحہ ۳۱۴۔
۷۔ فتح القدیر، ابن ہمام، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ہجری، جلد۳، صفحہ ۲۰۴
السنن الکبری، مطبوعہ دکن، ۱۳۵۳ ہجری، جلد ۷، صفحہ ۳۱۴۔

21- حضرت امیر عمرؓ کا دورخلافت قانون سازی کے حوالے سے ایک ممتاز مقام رکھتا ہے اورانتہائی معروف دور گزرا ہے۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے حق مہر کی مقدار کا تعین کیا جس پر ایک خاتون نے اعتراض کیا۔ یہ واقعہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی کتاب"الفقہ الاسلامی وادلتہ" جلد نمبر 7 کے صفحہ 255 میں اس طرح درج کیا ہے:

حينما أراد عمر بن الخطاب رضي الله عنه تحديد المهور، فنهى أن يزاد في الصداق على أربعمائة درهم، وخطب الناس فيه، فقال: لا تُغْلوا في صداق النساء، فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى في الآخرة، كان أولاكم بها رسول اللهﷺ، ما أصدق قط امرأة من نسائه ولا بناته فوق اثنتي عشرأوقية ـ أي من الفضة ـ فمن زاد على أربعمائة شيئاً، جعلت الزيادة في بيت المال، فقالت له امرأة من قريش بعد نزوله من المنبر: ليس ذلك إليك يا عمر. فقال: ولم؟ قالت : لأن الله تعالى يقول: وآتيتم إحداهن قنطاراً فلا تأخذوا منه شيئاً، أتأخذونه بهتاناً وإثماً مبيناً فقال عمر: امرأة أصابت، ورجل أخطأ.

ترجمہ:
جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مہر کی مقدار کا تعین کرنا چاہا تو انہوں نے مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کو چار سو درہم تک بڑھانے سے منع کر دیا اور اس بارے میں لوگوں سے خطاب کیا کہ عورتوں کےمہر میں حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت یا آخرت میں پرہیزگاری کی سبب ہوتیں تو تم میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ اس کے حقدار تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنی بیویوں یا بیٹیوں میں سے کسی کو بارہ اونس چاندی سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ جوبھی چار سو سے بڑھا دے تو وہ خزانے میں جمع ہوگا، پھر آپ رضی اللہ عنہ جب منبر سے اترے تو قریش کی ایک عورت نے ان سے کہا، اے عمر رضی اللہ عنہ آپ یہ نہیں کرسکتے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں؟ اس نے کہا: کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عورت نے صحیح کہا، جبکہ آدمی نے غلطی کی۔

22- حافظ عماد الدین ابن کثیر نے بھی تفسیر ابنِ کثیر میں ذکر کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب "تفسیرالقرآن العظیم" جلد اول کے صفحہ 367 پر لکھتے ہیں:-

..... عن مسروق قال : ركب عمر بن الخطاب منبر رسول الله ﷺ ثم قال : أيها الناس ما إكثاركم في صداق النساء ، وقد كان رسول الله ﷺ وأصحابه والصدقات فيما ينهم أربعمائة درهم ، فمادون ذلك ، ولو كان الإكثار في ذلك تقوى عند الله أو كرامة لم تسبقوهم إليها ـ فلأعرفن ما زاد رجل في صداق امرأة على أربعمائة درهم، قال : ثم نزل، فاعترضته امرأة من قريش فقالت : يا أميرالمؤمنين نهيت الناس أن يزيدوا في مهر النساء على أربعمائة درهم؟ قال : نعم فقالت أما سمعت ما أنزل الله في القرآن؟ قال : وأي ذلك؟ فقالت : أما سمعت الله يقول (وآتيتم إحداهن قنطاراً) الآية قال : فقال اللهم غفرا، كل الناس أفقه من عمر ، ثم رجع فركب المنبر فقال : أيها الناس إني كنت نهيتكم أن تزيدوا النساء في صدقاتهن على أربعمائة درهم فمن شاء أن يعطى من ماله ما أحب ، قال أبو يعلى : وأظنه قال : فمن طابت نفسه فليفعل،

ترجمہ:
--- مسروق نےروایت کیا کہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے لوگو، تم عورتوں کی مہر میں زیادتی سے کام لے رہے ہو، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب چار سو درہم یا اس سے کم مہر مقرر کرتے رہے ہیں، اگرزیادہ مقرر کرنا زیادہ تقویٰ کا سبب ہوتا، یا یہ کوئی اعزاز کی بات ہوتی تو رسول اللہ ﷺ سب سے آگے ہوتے ، تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرے ، راوی کہتا ہے پھر وہ نیچے اتر آیے تو قریش کی

ایک عورت نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: اے امیر المؤمنین، کیا آپ نے لوگوں کو عورتوں کا مہر چار سو درہم تک بڑھانے سے منع کیا تھا؟ اس نے کہا: ہاں، اس نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ نے قرآن میں کیا نازل کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: کیا تم نے خدا کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ ": اور تم اس بیوی کو (مال کا) انبار دے چکے ہو آیت؟ راوی نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ بخش دے، تمام لوگ عمر سے زیادہ علم والے ہیں، پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے لوگو، میں نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہرمیں چار سو درہم سے تجاوز نہ کرو، پس جو کوئی دینا چاہے۔ اس کےمال میں سے جو وہ پسند کرتا ہے۔ ابو یعلٰی نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا: جسے اچھا لگے، وہ ایسا کرے۔

23- مہر طلاق اور خلع کے حوالہ سے قانون سازی انتہائی نازک اور باریک مسئلہ ہے۔ معمولی غلطی، غفلت ،عدم توجہی یا ان معاملات سے متعلق علمی کم مائیگی سنگین اور بھیانک نتائج برآمد کرسکتا ہے کیونکہ یہ معاملات حدوداللہ کو چُھوتے ہیں۔ اس میں دو رائے نہیں کہ پارلیمنٹ/مجلس شوریٰ آئین میں مروّج طریقہ کار اور دی ہوئی حدود کے اندر قانون سازی کرسکتی ہے مگر جہاں نصِ قرآن یا صحیح سنت یا اجماع موجود ہو تو ایسی صورت اور اِن معاملات میں حقِ قانون سازی آئین کے اندر ہی معدوم ٹھہرتا ہے اور آرٹیکل 227 اپنی پوری قوت کے ساتھ رکاوٹ بنتا ہے مثلاً حق مہر کا بالائی حد مقرر کرنا، طلاق مغلظہ کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کے بغیر رجوع کا حق دے دینا یا حدود کے سزاؤں میں کمی و بیشی کرنا وغیرہ۔

24- مندرجہ بالا حالات و واقعات کی رو سے جو بات مسلّم ٹھہرتی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ حق مہر کا بالائی حد قرآن مجید اور حدیث شریف میں معین و مقرر نہ ہے۔ حضرت امیر عمرؓ نے حق مہر کے لیے بالائی حد مقرر کر کے رجوع کرلیا۔ بعینہ حق مہر کی طرح خُلع کا فدیہ/معاوضہ بھی حق مہر کے ہم پلہ اور متوازی حق ہے۔ نصِ قرآن مجید میں کوئی رقم، جنس وغیرہ بطور فدیہ/معاوضہ معین نہ ہے۔ اس لیے سوال نمبر (۱) کا جواب نفی میں ہے۔

25- حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیویوں کے واقعہ کی بنیاد پر یہ طے ہے کہ اگر خاتون صرف ناپسندیدگی کی بنیاد پر مرد سے خلع کی طالبہ ہے تو وہ لیا ہوا حق مہر واپس کرے گی۔ اور اگر نشوز مرد کی طرف سے ہو، اجماع یہ ہے کہ عدالت فدیہ/معاوضہ کی تعین حالات وواقعاتِ مقدمہ کے تحت کرے گی۔ لہٰذا اس حد تک کی قانون سازی تو ہوسکتی ہے۔ شریعت کا یہ مُسلمہ اور طے شدہ اصول کہ حق مہر شرطِ نکاح اور خلوت صحیحہ پر واجب الادا مہرموجل کی ادائیگی بصورت موت، طلاق یا تنسیخِ نکاح لازمی ہے۔ تنسیخ نکاح جس بنیاد پر بھی مطلوب ہو اس کا احاطہ دفعہ 10 ہی کرتی ہے۔ ذیلی دفعہ (6) ذیلی دفعہ (5) سے مشروط ٹھہرا کر بوقتِ صدورِڈگری کلی یا جزوی مہر موجل کی ڈگری ضروری قرار دی گئی ہے۔ حالانکہ سوائے خلع کے تنسیخِ نکاح کے دیگر مقدمات میں مہر موجل کلی صورت میں واجب الادا ٹھہرتی ہے۔ کُل کے ساتھ جُزو کو شامل کرنا صحیح نہیں۔ اس زاویے سے جب ان ترامیم کا جائزہ لیا جائے تو باآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مذکورہ ترامیم وضعگی کی بنیادی مقصد کی تکمیل کے لیے بھی متاعِ لاحاصل ہیں۔ لہٰذا باردیگر تکرار کی قیمت پر یہ اظہار لازمی ہے کہ موضوعہ قانون اس حوالہ سے بھی بیوی کی حق تلفی کا باعث اور سبب بن سکتا ہے۔ بنابراں جو قانون سازی پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 میں کی گئی ہے اس کا کوئی شرعی جواز موجود نہیں ہے۔

26- عورت ایک خاص رقم حق مہر کے عوض اپنا نفس حوالہ کرتی ہے اور نکاح کی تنسیخ یا اس بندھن سے علیحدگی بصورت خلع کی علت کا تعین اور تیقن ضروری ہے۔ کیونکہ عورت اگر محض نفرت اور ناپسندیدگی کی بنیاد پر خلع کی طالبہ رہتی ہے تو ایسی صورت میں جوحق مہر وہ وصول کرچکی ہے قابل واپسی ہے۔ اس سے زیادہ لینا صحیح نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ وسلم نے زیادہ دینے سے منع فرمایا۔ دوسری صورت مرد کے نشوز کی ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں کہ نکاح جیسے شرعی معاہدے کے حصار میں آ کر عورت عزتِ نفس، جان، مال، آبرو، مقام اورحیثیت سب کا شرعاً و

قانوناً تحفظ اور امان پاتی ہے۔ ان حقوق میں دست اندازی انکی خلاف ورزی اور بے احترامی قابلِ تعزیر جرم ہونیکے ساتھ ساتھ طلبِ خلع کے لیے معقول جواز فراہم کرتی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں شرعاً، قانوناً، اخلاقاً اور روایتاً حق مہر کی واپسی کا تقاضا یا واپسی کا حکم درست نہیں بلکہ مطلق مہر یا اس کے کسی خاص جزو کے واپسی کا حکم بھی حقِ خلع پر حملہ متصوّر ہوگا۔ کیونکہ ان حالات کے تحت عدالت پر لازم ہے کہ وہ تعین کرے کہ کس قدر مال کی واپسی مناسب رہے گی۔ بنابراں سوال نمبر (۲) کا جواب ہاں میں ہے کہ اگر عورت خلع کا حق محض ناپسندیدگی کی بنیاد پر اور شوہر کے کسی قصور کے بغیر استعمال کرتی ہے تو پورا حق مہر واپس کرنا ہو گا۔

-27 مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ استنباط کرنا مشکل نہیں کہ پنجاب فیملی کورٹ (ترمیمی) ایکٹ، 2015 کی دفعہ 10 کے ذیلی دفعات (5) اور(6) قطعی طور پر شریعت کے منافی ہیں۔ نصِ قرآن سے ان قوانین کی تائید نہیں ہوتی اورنہ صرف یہ کہ کوئی حدیث شریف ان کی توثیق کے لئے دستیاب نہیں بلکہ قوانینِ اسلام میں خلع اول کے مقدمات (حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیویوں کے مقدمات)، جن میں فیصلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، سے متصادم ہیں۔ مزید یہ کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے دور کے کسی واقعہ اور روایت سے بھی ان قوانین کو کوئی پذیرائی نہیں ملتی۔ موضوعہ متنازعہ ترامیم بنیادی طور پر اپنے اندر علیحدگی کے لئے حصولِ مالی منفعت کے لیے پرکشش لگتی ہیں اورمحض مالی فوائد کے حصول کے لیے بھی علیحدگی کے رجحان میں ایزادی اور اضافہ کا سبب بن سکتی ہیں۔ مزیدبراں ان ترامیم سے آئین کے آرٹیکل 35 کے تحت شادی، ماں اور بچے کو حاصل ریاستی تحفظ بھی خطرے میں پڑتا ہے اور خاندان محفوظ رہنے کی بجائے منتشر ہو سکتا ہے۔

-28 لہٰذا شریعت عرضیدات نمبری: شریعت عرضیداشت نمبر: 4 / آئی آف 2016 عمران انور خان بنام حکومتِ پنجاب، شریعت عرضیداشت نمبر: 7 / آئی آف 2017 عمران خان جدون بنام حکومتِ پنجاب، شریعت عرضیداشت نمبر: 4 / آئی آف 2019 محمد اکبر سعیدوغیرہ بنام فیڈریشن آف پاکستان وغیرہ اور شریعت عرضیداشت نمبر: 3 / آئی آف

2020 شیخ محموداقبال بنام حکومتِ پنجاب منظور کر کے فیملی کورٹ ایکٹ،1964 کی دفعہ 10میں متعارف کرائی گئی ذیلی ترامیم (5) اور (6) کو غیرشرعی قرار دیا جاتا ہے۔ مذکورہ ذیلی ترامیم (5) اور (6) یکم مئی 2022ء سے منسوخ اور غیر موثر تصوّر ہونگی۔ لہٰذا سوال نمبر(۳) کا جواب اثبات میں ہے۔

جسٹس محمد نور مسکانزئی
چیف جسٹس

جسٹس ڈاکٹر سید محمد انور
جج

جسٹس خادم حسین ایم شیخ
جج

اسلام آباد
17 فروری 2022ء

Fit for reporting

17-2-2022